3

اخلاقِ نبوی ﷺ

* مصنف: شبلی نعمانی * صنف: سیرت نگاری * ماخذ: سیرۃ النبی ﷺ

مصنف کا تعارف

اصل نام محمد شبلی تھا مگر شبلی نعمانی کے نام سے مشہور ہوئے۔ موضع بندول ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد شیخ حبیب اللہ وکالت کرتے تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں پائی پھر اعظم گڑھ، غازی پور، مہارن پور اور لاہور میں تعلیم مکمل کی۔ وکالت کا امتحان بھی پاس کیا لیکن اس پیشے میں ان کا جی نہ لگا۔ علی گڑھ گئے جہاں سر سید احمد خاں نے انھیں عربی اور فارسی کا استاد مقرر کر دیا وہاں وہ سولہ برس تک پڑھاتے رہے۔ یہاں سے ان کی زندگی کا نیا دور شروع ہوا۔ علی گڑھ میں پروفیسر تھامس آرنلڈ سے فرانسیسی سیکھی اور انھیں عربی سکھائی۔ سر سید کی وفات کے بعد علی گڑھ سے حیدر آباد دکن چلے گئے جہاں وہ چار سال تک ناظم تعلیمات کے عہدے پر فائز رہے۔ وہاں سے پھر واپس لکھنو آ گئے اور دار العلوم ندوہ سے وابستہ ہوئے۔ آخری دور میں اختلافات کے سبب ندوہ سے بھی علاحدہ ہو گئے اور اعظم گڑھ میں دار المصنفین کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جہاں سے اعلیٰ درجے کی کئی ایک کتابیں شائع کیں۔ اس ادارے سے آج بھی اردو کی اعلیٰ درجے کی کتابیں شائع ہوتی ہیں۔

شبلی نعمانی ایک جامع الصفات شخصیت تھے۔ مفکر، مورخ، ناقد، فقیہہ مصلح، واعظ کے علاوہ شاعر اور صاحب ذوق شخصیت کے مالک تھے۔ اردو ادب میں ان کی کتابوں کا رتبہ بہت بلند ہے۔ ان کی اہم کتابوں میں المامون، سیرۃ النعمان، الفاروق الغزالی "موازنہ انیس و دبیر اور شعر العجم نمایاں ہیں۔ زندگی کے آخری دور میں ان کی تمام تر توجہ سیرت النبی" پر مرکوز رہی جو کہ اردو سیرت نگاری میں ان کا اہم کارنامہ ہے۔ یہ کتاب انھوں نے اپنی عمر کے آخری حصے میں لکھنا شروع کی تھی مگر وہ اس کی دو جلدیں ہی مکمل کر پائے تھے کہ ان کا انتقال ہو گیا اور باقی ماندہ جلد میں انھیں کے فراہم کردہ مواد سے ان کے شاگرد خاص سید سلیمان ندوی نے مکمل کیں۔ زیر نظر اقتباس اس کتاب (جلد دوم) سے لیا گیا ہے۔

شبلی کا انداز تحریر شگفتہ، رواں اور مدلل ہے۔ ان کی تحریروں میں ادبی شوخی و حسن بھی ہے اور فکر کی گہرائی بھی۔ ان کے ہاں فارسی و عربی کے الفاظ اور تراکیب کثرت سے استعمال ہوتی ہیں مگر جو سادہ، عام فہم اور شستہ ہوتی ہیں اور عبارت کے حسن میں اضافہ کرتی ہیں۔

تعارف متن: شامل نصاب سبق 'اخلاق نبوی ﷺ'، سید سلیمان ندوی کے "سیرت النبی ﷺ جلد دوم" سے لیا گیا ہے۔

فطرت ثانیہ: جو فطرت مزاج کا حصہ بن جائے، دقیق: غور و فکر کرنا / معاملے کی گہرائی تک جانا، دائمی: ہمیشہ، غیر مقبول، تبدیل نہ ہونے والا، افعال: فعل کی جمع، آفتاب: سورج مداومت: ہمیشہ، فعل: کام، ترک کرنا: چھوڑ دینا، مصافحہ کرنا: ہاتھ ملانا، ہم نشینوں: دوستوں ساتھیوں، مجالس: مجلس کی جمع:، تذکرہ کرنا: ذکر کرنا، دستور: اصول، ردائے مبارک چادر مبارک، تعمیم: عام کرنا / عمومیت، ابہام: پوشیدہ / عدم وضاحت، عسرت: تنگی / مفلسی، تعظیم عزت: ظرافت: خوش مزاجی، شکم: پیٹ، گرانی: بھاری پن، تنقیہ جسم کے فاسد مادے، بسر و چشم: سر آنکھوں پر، نزع: حالت موت، آغوش: گود، آب دیدہ: آنکھوں میں آنسو آنا، فریہ: خون بہا کا معاوضہ، سنن: سنت کی جمع، پاس کیا حیا کا خیال، اہل عجم: غیر عرب لوگ، اصحاب صفہ: وہ اصحاب جو ایک صوت سے پر قیام کرتے تھے۔

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
آب دیدہ ہونا	آنکھوں میں آنسو آنا، آنسو بہانا	اِبہام	پوشیدگی، عدم، وضاحت
استقامت	پامردی، ثابت قدمی	استقلال	ثابت قدمی، ڈٹے رہنا
اصحابِ صُفّہ	وہ صحابہ کرامؓ جو ایک چبوترے پر قیام کرتے تھے	اہلِ عجم	غیر عرب لوگ
پاسِ حیا	حیا کا خیال	تعمیم	عمومیت، عام کرنا
دقیق نکتہ	غور و تحقیق سے سمجھ میں آنے والا نکتہ	رِدا	چادر، کملی
سُنَن	سنّت کی جمع	صیغہ	شعبہ، انداز

عُسرت	تنگی، مفلسی	غیر متبدل	تبدیل نہ ہونے والا
فدیہ	خوں بہا، جان کا معاوضہ	فرطِ محبت	زیادہ پیار ہونا
فطرت ثانیہ	دوسری فطرت جو مزاج کا حصہ بن جائے	گرانی	بھاری پن، بد ہضمی
لطفِ طبع	مزاج کی لطافت، عمدہ طبیعت	مُداوَمت	ہمیشہ
مقدّم	پہلا اولیّت کا حامل	ممولا	ایک پرندہ جس کے پیٹ پر کالی دھاریاں ہوتی ہیں۔

تدریسی مقاصد :

- طلبہ کو مولانا شبلی نعمانی کی سیرت نگاری، اسلامی تاریخ اور ثقافت کے اہم پہلوؤں سے روشناس کرانا۔
- طلبہ کو تاریخی تحقیق کے اصول اور طریقہ ہائے کار کے بارے میں آگاہ کرنا۔
- .طلبہ کی اخلاقی تربیت کرنا اور ان کے مذہبی، دینی شعور میں اضافہ کرنا۔

مداومت عمل :

اخلاق کا سب سے مقدم اور ضروری پہلو یہ ہے کہ انسان جس کام کو اختیار کرے اس پر اس قدر استقلال کے ساتھ قائم رہے کہ گویا وہ اس کی فطرت ثانیہ بن جائے۔ انسان کے سوا تمام دنیا کی مخلوق صرف ایک ہی قسم کا کام کر سکتی ہے اور وہ فطرتاً اس پر مجبور ہے۔ اخلاق کا ایک دقیق نکتہ یہ ہے کہ انسان اپنے لیے اخلاق حسنہ کا جو پہلو پسند کرے اس کی اس شدت سے پابندی کرے اور اس طرح دائمی اور غیر متبدل طریقے سے اس پر عمل کرے کہ گویا وہ اپنے اختیار کے باوجود اس کام کے کرنے پر مجبور ہے اور لوگ دیکھتے دیکھتے یہ یقین کر لیں کہ اس شخص سے اس کے علاوہ اور کوئی بات سرزد ہو ہی نہیں سکتی۔ گویا اس سے یہ افعال اس طرح صادر ہوتے ہیں جیسے آفتاب سے روشنی، درخت سے پھل، پھول سے خوشبو، کہ یہ خصوصیات ان سے کسی حالت میں الگ نہیں ہو سکتیں۔ اس کا نام استقامت حال اور مداومت عمل ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اپنے تمام کاموں میں اسی اصول کی پابندی فرماتے تھے، جس کام کو جس طریقہ سے جس وقت آپ ﷺ نے شروع فرمایا اس پر برابر شدت کے ساتھ قائم رہتے تھے۔ سنت کا لفظ ہماری شریعت میں اسی اصول سے پیدا ہوا ہے۔ سنت وہ فعل ہے، جس پر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ مداومت فرمائی۔ ہے اور بغیر کسی قوی مانع کے کبھی اس کو ترک نہیں فرمایا۔ اس بنا پر جس قدر سنن ہیں وہ درحقیقت آپ ﷺ کی استقامت حال اور مداومت عمل کی ناقابل انکار مثالیں ہیں۔

حُسنِ خلق :

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ معمول یہ تھا کہ کسی سے ملنے کے وقت ہمیشہ پہلے خود سلام اور مصافحہ فرماتے، کوئی شخص جھک کر آپ ﷺ کے کان میں کچھ بات کہتا تو اس وقت تک اس کی طرف سے رُخ نہ پھیرتے، جب تک وہ خود منہ نہ ہٹاتے۔ مصافحہ میں بھی یہی معمول تھا، یعنی کسی سے ہاتھ ملاتے تو جب تک وہ خود نہ چھوڑ دے، اس کا ہاتھ نہ چھوڑتے مجلس میں بیٹھتے تو آپ ﷺ کے زانو کبھی ہم نشینوں سے آگے نکلے ہوئے نہ ہوتے۔ اکثر نوکر چاکر، غلام، خدمت اقدس میں پانی لے کر آتے کہ آپ ﷺ اس میں ہاتھ ڈال دیں تاکہ متبرک ہو جائے۔ جاڑوں کے دن اور صبح کا وقت ہوتا، تاہم آپ ﷺ کبھی انکار نہ فرماتے۔

مجلس صحبت میں لوگوں کی ناگوار باتوں کو برداشت فرماتے اور اس کا اظہار نہ کرتے۔ کسی شخص کی کوئی بات ناپسند آتی تو اکثر اس کے سامنے اس کا تذکرہ نہ فرماتے۔ ایک دفعہ ایک صاحب عرب کے دستور کے مطابق زعفران لگا کر خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے کچھ نہ فرمایا۔ جب وہ اٹھ کر چلے گئے تو لوگوں سے کہا کہ ان سے کہہ دینا کہ یہ رنگ دھو ڈالیں۔

مسجد نبوی میں جگہ بہت کم ہوتی تھی، جو لوگ پہلے سے آکر بیٹھ جاتے تھے، ان کے بعد جگہ باقی نہیں رہتی تھی۔ ایسے موقع پر اگر کوئی آجاتا تو اس کے لیے آپ ﷺ خود اپنی رِدائے مبارک بچھا دیتے تھے۔ کسی کی بات بری معلوم ہوتی تو مجلس میں نام لے کر اس کا ذکر نہیں کرتے تھے بلکہ صیغہ تعمیم کے ساتھ فرماتے تھے کہ لوگ ایسا کرتے ہیں، لوگ ایسا کہتے ہیں بعض لوگوں کی یہ عادت ہے۔ یہ طریقہ ابہام اس لیے فرماتے تھے کہ شخص مخصوص کی ذلت نہ ہو اور اس کے احساس غیرت میں کمی نہ آئے۔

ایثار:

آپ ﷺ کے اخلاق وعادات میں جو وصف سب سے زیادہ نمایاں اور جس کا اثر ہر موقع پر نظر آتا تھا، وہ ایثار تھا۔ اولاد سے آپ ﷺ کو بے انتہا محبت تھی اور ان میں حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالی عنہا اس قدر عزیز تھیں کہ جب آتیں، فرط محبت سے کھڑے ہو جاتے، پیشانی کو بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے تاہم حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالی عنہا کی عسرت اور تنگ دستی کا یہ حال تھا کہ گھر میں کوئی خادمہ نہ تھی، خود چکی پیستیں اور خود ہی پانی کی مشک بھر لاتیں۔ چکی پیستے پیستے ہتھیلیاں گھس گئی تھیں۔ ایک دن خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں، خود تو پاس حیا سے عرض حال نہ کر سکیں، جناب امیر رضی اللہ تعالی عنہ نے ان کی طرف سے یہ حال عرض کیا اور درخواست کی کہ فلاں غزوہ میں جو کنیزیں آئی ہیں ان میں سے ایک کنیز مل جائے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ابھی اصحاب صفہ کا انتظام نہیں ہوا اور جب تک ان کا بندوبست نہ ہولے میں اور طرف توجہ نہیں کر سکتا۔

تواضع :

گھر کا کام کاج خود کرتے، کپڑوں میں پیوند لگاتے، گھر میں خود جھاڑو دیتے، دودھ دوہ لیتے، بازار سے سودا لاتے، جوتی پھٹ جاتی تو خود گانٹھ لیتے، گدھے کی سواری سے آپ ﷺ کو عار نہ تھی، غلاموں اور مسکینوں کے ساتھ بیٹھنے اور ان کے ساتھ کھانا کھانے سے پرہیز نہ تھا۔ ایک دفعہ گھر سے باہر تشریف لائے؛ لوگ تعظیم کو اُٹھ کھڑے ہوئے، فرمایا کہ اہل عجم کی طرح تعظیم کے لیے نہ اُٹھو۔ غریب سے غریب بیمار ہوتا تو عیادت کو تشریف لے جاتے۔ مفلسوں اور فقیروں کے ہاں جا کر ان کے ساتھ بیٹھتے۔ صحابہ کے ساتھ بیٹھتے تو اس طرح بیٹھتے کہ امتیازی حیثیت کی بنا پر کوئی آپ ﷺ کو پہچان نہ سکتا۔ کسی مجمع میں جاتے تو جہاں جگہ مل جاتی بیٹھ جاتے۔ ایک دفعہ ایک شخص ملنے آیا لیکن نبوت کا اس قدر رعب طاری ہوا کہ کانپنے لگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں، میں فرشتہ نہیں ایک قریشی عورت کا بیٹا ہوں، جو سوکھا گوشت پکا کر کھایا کرتی تھی۔

بچوں پر شفقت :

بچّوں پر نہایت شفقت فرماتے تھے۔ معمول تھا کہ سفر سے تشریف لاتے تو راہ میں جو بچے ملتے ان میں سے کسی کو اپنے ساتھ سواری پر آگے پیچھے بٹھاتے۔ راستے میں بچے ملتے تو ان کو خود سلام کرتے۔

ایک دن حضرت خالد بن سعید رضی اللہ تعالی عنہ خدمت اقدس میں آئے۔ ان کی چھوٹی لڑکی بھی ساتھ تھی اور سرخ رنگ کا کُرتا بدن پر تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، سَنہ سَنہ حبشی زبان میں حسنہ کو سَنہ کہتے ہیں۔ چوں کہ ان کی پیدائش حبش میں ہوئی تھی اس لیے آپ ﷺ اس مناسبت سے حبشی تلفظ میں حسنہ کے بجائے سنہ کہا۔

یہ محبت اور شفقت مسلمان بچوں تک محدود نہ تھی بلکہ مشرکین کے بچوں پر بھی اسی طرح لطف فرماتے تھے۔ ایک دفعہ ایک غزوہ میں چند بچے جھپٹ میں آکر مارے گئے۔ آپ ﷺ کو خبر ہوئی تو نہایت آزردہ ہوئے۔ ایک صاحب نے کہا: یارسول ﷺ! وہ مشرکین کے بچے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مشرکین کے بچے بھی تم سے بہتر ہیں، خبردار بچوں کو قتل نہ کرو، ہر جان خدا ہی کی فطرت پر پیدا ہوتی ہے۔

معمول تھا کہ جب فصل کا نیا میوہ کوئی خدمت اقدس میں پیش کرتا تو حاضرین میں جو سب سے زیادہ کم عمر بچہ ہوتا اس کو عنایت فرماتے۔ بچوں کو چومتے اور ان کو پیار کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ ﷺ اسی طرح بچوں کو پیار کر رہے تھے کہ ایک بدوی آیا، اس نے کہا: "آپ لوگ بچوں کو پیار کرتے ہیں، میرے دس بچے ہیں مگر اب تک میں نے کسی کو پیار نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اگر تمھارے دل سے محبت کو چھین لے تو میں کیا کروں؟

لطف طبع:

کبھی کبھی ظرافت کی باتیں فرماتے۔ ایک دفعہ حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ کو پکارا تو فرمایا "او دو کان والے۔ اس میں ایک نکتہ یہ بھی تھا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت اطاعت شعار تھے اور ہر وقت آپ ﷺ کے ارشاد پر کان لگائے رکھتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ کے چھوٹے بھائی کا نام ابو عمر تھا، وہ کم سن تھے اور ایک ممولا پال رکھا تھا کہ اتفاق سے وہ مر گیا۔ ابو عمر کو بہت رنج ہوا۔ آپ ﷺ نے ان کو غم زدہ دیکھا تو فرمایا: "ابو عمر تمھارے ممولے نے یہ کیا کیا؟"

ایک شخص نے عرض کی کہ مجھ کو کوئی سواری عنایت ہو۔ ارشاد ہوا کہ میں تم کو اُونٹنی کا بچہ دوں گا۔ انھوں نے کہا: "یارسول ﷺ میں اونٹنی کا بچہ لے کر کیا کروں گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی اونٹ ایسا بھی ہوتا ہے جو اونٹنی کا بچہ نہ ہو؟ ایک بڑھیا خدمت اقدس میں آئی کہ حضور ﷺ میرے لیے دعا فرمائیں کہ مجھے بہشت نصیب ہو۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ بوڑھی عورتیں بہشت میں نہیں جائیں گی۔ اس کو بہت صدمہ ہوا اور روتی ہوئی واپس چلی گئی۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہ سے فرمایا کہ اسے کہہ دو کہ بوڑھی عورتیں جنت میں جائیں گی لیکن جوان ہو کر جائیں گی۔

ایک بدوی صحابی تھے جن نام زاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا۔ وہ دیہات کی چیزیں آپ ﷺ کی خدمت میں ہدیہ بھیجا کرتے تھے۔ ایک دفعہ وہ شہر میں آئے۔ گاؤں سے جو چیزیں لائے تھے ان کو بازار میں فروخت کر رہے تھے۔ اتفاقاً آپ ﷺ ادھر سے گزرے۔ حضرت زاہر رضی اللہ تعالی عنہ کے پیچھے جا کر ان کو گود میں دبا لیا۔ انھوں نے کہا: "کون ہے؟ چھوڑ دو۔ مڑ کر دیکھا تو سرورِ عالم ﷺ تھے آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی اس غلام کو خریدتا ہے؟ بولے: "یا رسول ﷺ مجھ جیسے غلام کو جو شخص خریدے گا کا نقصان اٹھائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا لیکن خدا کے نزدیک تمہارے دام زیادہ ہیں"

ایک شخص نے آکر شکایت انے آکر شکایت کی کہ میرے بھائی کے شکم میں گرانی ہے۔ فرمایا: شہد پلاؤ۔ وہ دوبارہ آئے کہ شہد پلایا لیکن شکایت اب بھی باقی ہے۔ آپ نے پھر شہد پلانے کی ہدایت کی۔ سہ بارہ آئے، پھر وہی جواب ملا۔ چوتھی بار آئے تو فرمایا: "خدا سچا ہے، شہد میں شفا ہے لیکن تمھارے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے، جا کر شہد پلاؤ۔ اب کی بار پلایا تو شفا ہو گئی۔ معدہ میں مادہ فاسد کثرت سے موجود تھا جب پورا تنقیہ ہو گیا تو گرانی جاتی رہی۔

اولاد سے محبت :

اولاد سے نہایت محبت تھی۔ معمول تھا کہ جب کبھی سفر فرماتے تو سب سے آخر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنھا کے پاس جاتے اور سفر سے واپس آتے تو جو شخص سب سے پہلے باریاب خدمت ہوتا وہ بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنھا ہی ہوتیں۔ ایک دفعہ کسی غزوہ میں گئے۔ اسی اثنا میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنھا نے دونوں صاحبزادوں (حسنین کریمین رضی اللہ تعالی عنھم) کے لیے چاندی کے کنگن بنوائے اور دروازے پر پردے لٹکائے۔ آنحضرت ﷺ واپس تشریف لائے تو خلاف معمول حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنھا کے گھر نہیں گئے۔ وہ سمجھ گئیں، فوراً پردوں کو چاک کر ڈالا اور صاحبزادوں کے ہاتھ سے کنگن اُتار لیے۔ صاحبزادے روتے ہوئے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے کنگن لے کر بازار میں بھیج دیے کہ ان کے بدلے ہاتھی دانت کے کنگن لا دو۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنھا جب آپ ﷺ کی خدمت میں تشریف لاتیں تو آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے، ان کی پیشانی کو چومتے اور اپنی نشست گاہ سے ہٹ کر اپنی جگہ بٹھاتے۔ حسنین کریمین رضی اللہ تعالی عنھم سے بے انتہا محبت تھی، فرماتے تھے کہ یہ میرے گل دستے ہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنھا کے گھر تشریف لے جاتے تو فرماتے کہ میرے بچوں کو لانا۔ وہ صاحبزادوں کو لاتیں، آپ ﷺ ان کو چومتے اور سینہ سے لپٹاتے۔ ایک دفعہ مسجد میں خطبہ فرما رہے تھے۔ اتفاق سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ سرخ کپڑے پہنے ہوئے آئے، کم سنی کی وجہ سے ہر قدم پر لڑکھڑاتے جاتے تھے۔ آپ ﷺ ضبط نہ کر سکے۔ منبر سے اتر کر گود میں اٹھا لیا اور اپنے سامنے بٹھا لیا۔ پھر فرمایا: "خدا نے سچ کہا ہے: إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ فرمایا کرتے تھے: حسین رضی اللہ تعالی عنہ میرا ہے اور میں اس کا ہوں۔ خدا اس سے محبت رکھے جو حسین رضی اللہ تعالی عنہ سے محبت رکھتا ہے۔ ایک دفعہ امام حسن رضی اللہ تعالی عنہ یا امام حسین رضی اللہ تعالی عن دوش مبارک پر سوار تھے۔ کسی نے کہا: "کیا سواری ہاتھ آئی ہے! آپ ﷺ نے فرمایا: سوار بھی کیسا ہے؟

ایک دفعہ آپ ﷺ اور کہیں دعوت میں جا رہے تھے، امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ راہ میں کھیل رہے تھے۔ آپ ﷺ نے آگے بڑھ کر ہاتھ پھیلائے۔ وہ ہنستے ہوئے پاس آکر نکل جاتے تھے۔ بالآخر آپ ﷺ نے اُن کو پکڑ لیا۔ ایک ہاتھ ان کی ٹھوڑی پر اور ایک سر پر رکھ کر سینے سے لپٹا لیا پھر فرمایا: "حسین" میرا ہے، میں اس کا ہوں۔ اکثر امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کو گود میں لیتے اور فرماتے کہ خدایا! میں اس کو چاہتا ہوں اس کو بھی چاہتا ہوں جو اس کو چاہے۔

آپ ﷺ کے داماد، حضرت زینب رضی اللہ تعالی عنھا کے شوہر جب بدر سے قید؟ یاد ہو کر آئے تو فدیہ کی رقم ادا نہ کر سکے تو گھر کہلا بھیجا۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالی عنھا نے اپنے گلے کا ہار بھیج دیا۔ یہ وہ ہار تھا کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالی عنھا کے جہیز میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنھا نے ان کو دیا تھا۔ آنحضر ﷺ نے ہار دیکھا تو بے تاب ہو گئے اور آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنھم سے فرمایا کہ اگر تمھاری مرضی ہو تو ہار زینب کو بھیج دوں۔ سب نے بسر و چشم منظور کیا۔

آپ ﷺ ایک نواسی حالت نزع میں تھیں، صاحبزادی نے بلا بھیجا۔ آپ ﷺ تشریف لے گئے تو لڑکی اسی حالت میں آغوش مبارک میں رکھ دی گئی۔ آپ ﷺ نے اس کی حالت دیکھی تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا: "یا رسول ﷺ! آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

یہ رحم ہے جس کو خدا نے اپنے بندوں کے دلوں میں ڈال دیا ہے۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر بھی آپ ﷺ آب دیدہ ہو کر فرمایا تھا: "آنکھیں آنسو بہار ہی ہیں، دل غم زدہ ہو رہا ہے لیکن منہ سے ہم وہی باتیں کہیں گے جس کو خدا پسند کرتا ہے۔"

(سیرت النبی ﷺ جلد دوم)

اقتباسات کی تشریح

اقتباس نمبر1:

اخلاق کا سب سے مقدم اور ضروری پہلو یہ ہے کہ انسان جس کام کو اختیار کرے اس پر اس قدر استقلال کے ساتھ قائم رہے کہ گویا وہ اس کی فطرت ثانیہ بن جائے۔ انسان کے سوا تمام دنیا کی مخلوق صرف ایک ہی قسم کا کام کر سکتی ہے اور وہ فطرتاً اس پر مجبور ہے۔ اخلاق کا ایک دقیق نکتہ یہ ہے کہ انسان اپنے لیے اخلاق حسنہ کا جو پہلو پسند کرے اس کی اس شدت سے پابندی کرے اور اس طرح دائمی اور غیر متبدل طریقے سے اس پر عمل کرے کہ گویا وہ اپنے اختیار کے باوجود اس کام کے کرنے پر مجبور ہے اور لوگ دیکھتے دیکھتے یہ یقین کر لیں کہ اس شخص سے اس کے علاوہ اور کوئی بات سرزد ہو ہی نہیں سکتی۔ گویا اس سے یہ افعال اس طرح صادر ہوتے ہیں جیسے آفتاب سے روشنی، درخت سے پھل، پھول سے خوشبو، کہ یہ خصوصیات ان سے کسی حالت میں الگ نہیں ہو سکتیں۔ اس کا نام استقامت حال اور مداومت عمل ہے۔

متن اور سیاق وسباق کے حوالے سے تشریحات

حوالہ متن:

سبق کا عنوان: اخلاق نبوی ﷺ

مصنف کا نام: مولانا شبلی نعمانیؒ

سیاق وسباق:۔

سیاق وسباق کا حوالہ:

مولانا شبلی نعمانی (۱۸۵۷ء-۱۹۱۴ء) ایک بلند پایہ ادیب تھے۔ ان کی ایک اہم تصنیف چھے جلدوں پر مبنی سیرت النبیؐ ہے اور شامل نصاب سبق "اخلاق نبوی جلد دوم سے مستعار ہے۔ جیسا کہ سبق کے عنوان سے ظاہر ہے کہ سبق میں فاضل مصنف نے رسولِ اکرم ﷺ کے اخلاق عالیہ عالیہ کے فقط چند پہلوؤں: مداومت عمل، حسن خلق، ایثار، تواضع، بچوں پر شفقت لطف طبع اور اولاد سے محبت کا بیان کیا ہے۔ تاکہ لوگ ان باتوں کو سمجھیں اور ان پر عمل کریں۔ کیوں کہ آپ ﷺ ان کو اخلاق تمام انسانوں کے لیے رہتی دنیا تک ایک کامل نمونہ ہے۔

زیر تشریح اقتباس سبق کے بالکل ابتدا سے لیا گیا ہے۔ اس اقتباس کے بعد آپ ﷺ کے "حسن خلق" ہی کے حوالے سے اس بات کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے ہر نیک عمل کو اختیار کرنے کے بعد اس پر مستقل مزاجی کے ساتھ عمل کیا، یہاں تک کہ وہ آپ کی فطرت ثانیہ بن گیا۔ حسنِ خلق میں آپ ﷺ ہمیشہ پہلے سلام کرنے، مصافحہ میں دیر تک ہاتھ تھامے رکھنے، اور دوسروں کی بات مکمل توجہ سے سننے کا اہتمام فرماتے۔ آپ ﷺ ایثار کے اعلیٰ درجے پر فائز تھے، حتیٰ کہ اپنی عزیز ترین صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی درخواست کو بھی صحابہ کی ضروریات پر مقدم نہ کیا۔ تواضع میں بھی آپ ﷺ بے مثال تھے، اپنا کام خود کرتے، جوتے مرمت فرماتے، اور غلاموں کے ساتھ مل کر کھانا کھانے میں کوئی عار محسوس نہ کرتے۔ اس کے سیاق میں لکھا ہے بچوں کے ساتھ شفقت آپ ﷺ کی سیرت کا ایک روشن باب ہے، جس میں مسلمان اور غیر مسلم بچوں کے ساتھ یکساں محبت کا برتاؤ شامل ہے۔ لطفِ طبع میں بھی آپ ﷺ بے مثال تھے، موقع کی مناسبت سے ظرافت کے پہلو اختیار کرتے تاکہ ماحول خوشگوار ہو۔ اپنی اولاد، خصوصاً حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما سے والہانہ محبت فرماتے۔ غرض آپ ﷺ کی سیرت میں مداومت عمل، ایثار، حسن خلق، تواضع، شفقت، اور محبت جیسے اوصاف ایک جامع اور کامل نمونہ ہیں، جو ہر دور کے انسان کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

تشریح:۔

تشریح طلب اقتباس میں مولانا شبلی نعمانی، اخلاق نبوی ﷺ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اخلاق کا سب سے بنیادی اور اہم پہلو استقلال ہے، اور نبی کریم ﷺ کے اخلاق میں یہ وصف نمایاں ترین تھا۔ آپ ﷺ نے جس بھی اخلاقی قدر کو اختیار فرمایا، اس پر اس قدر ثابت قدمی دکھائی کہ وہ آپ ﷺ کی فطرتِ ثانیہ بن گئی۔ آپ ﷺ کا صبر، صداقت، امانت، حلم اور عفو و درگزر کسی وقتی جذبے یا خارجی حالات کے زیر اثر متغیر نہ ہوئے، بلکہ ہمیشہ یکساں اور پختہ رہے۔ یہی استقلال تھا جس نے آپ

ﷺ کے کردار کو اس درجہ کامل اور مثالی بنا دیا کہ دوست اور دشمن سبھی آپ ﷺ کے اخلاق کی عظمت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے۔ سورۃ الاحزاب میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

ترجمہ: یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ (ﷺ) کی ذات میں بہترین نمونہ موجود ہے۔

مولانا شبلی نبی کریم ﷺ کے اخلاقی اوصاف بیان کرتے ہوئے ایک اور پہلو کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ دیگر تمام مخلوقات فطرتاً ایک مخصوص دائرے میں مجبور ہیں اور وہ اپنی طبعی خصوصیات سے باہر نہیں جاسکتیں، مگر نبی کریم ﷺ نے ارادہ واختیار کے باوجود اعلیٰ ترین اخلاقی صفات کو اس طرح اپنایا کہ وہ گویا آپ ﷺ کی فطرت کا جزو بن گئیں۔ آپ ﷺ نے صداقت، دیانت، رحمت اور عدل جیسے اوصاف کو اس درجہ اپنایا کہ کوئی بھی یہ گمان نہیں کر سکتا تھا کہ آپ ﷺ سے کبھی اس کے برعکس کوئی بات سرزد ہو سکتی ہے۔ یہی وہ امتیاز ہے جو انسانی اخلاق کو محض فطری مجبوری کے بجائے حقیقی کمال تک پہنچاتا ہے، اور یہی وہ بلندی ہے جس پر آپ ﷺ کے اخلاق فائز تھے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے:

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ

مصنف مزید سمجھاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اخلاقِ حسنہ کی پابندی میں سختی اور پختگی لازم ہے، اور نبی کریم ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں اس کی کامل مثال پیش فرمائی۔ آپ ﷺ کی دیانت وامانت، صبر وتحمل، شفقت ومحبت اور حلم وبردباری کسی لمحے بھی متزلزل نہیں ہوئے۔ آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ ہمیں یہ درس دیتی ہے کہ جو اخلاقی قدر اختیار کی جائے، اس پر اس قدر مضبوطی سے عمل کیا جائے کہ وہ شخصیت کی پہچان بن جائے۔ یہی وجہ ہے کہ دشمن بھی آپ ﷺ کو "الصادق الامین" کہنے پر مجبور تھے، کیونکہ آپ ﷺ نے ہمیشہ صدق اور امانت داری کو اپنایا اور اس پر سختی سے کاربند رہے۔

مولانا شبلی نعمانی اخلاق نبوی کے صفت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حقیقی اخلاقی کامیابی اس وقت حاصل ہوتی ہے جب کوئی شخص کسی نیک عمل کو اپنا کر اس پر ہمیشہ قائم رہے، اور یہی وصف نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس میں کامل ترین شکل میں نظر آتا ہے۔ آپ ﷺ کی سیرتِ مبارکہ گواہ ہے کہ آپ ﷺ کے اخلاق کسی وقتی جذبات یا بدلتے حالات کے زیرِ اثر نہیں بدلتے تھے۔ آپ ﷺ کی نرم مزاجی، عدل وانصاف اور سچائی ہمیشہ یکساں رہے، خواہ حالات کتنے ہی ناموافق کیوں نہ ہوں۔ کسی بھی مصلحت یا دباؤ کے باوجود آپ ﷺ کے طرزِ عمل میں تبدیلی نہ آنا، درحقیقت اس بات کی دلیل ہے کہ استقلالِ اخلاق ہی حقیقی اخلاقی برتری کی علامت ہے۔

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ

ترجمہ: اور بے شک آپ (ﷺ) عظیم اخلاق کے بلند درجے پر فائز ہیں۔

مصنف مزید لکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی اخلاقی قدر کو اپنی زندگی میں اس حد تک راسخ کر لیتا ہے کہ وہ اس کے لیے فطری عمل کی مانند ہو جائے، تو یہی اخلاق کی معراج ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کے اخلاقِ حسنہ بھی ایسے ہی تھے جیسے کسی چیز کی فطری خصوصیات، جو کبھی اس سے جدا نہیں ہو سکتیں۔ جیسے سورج کی روشنی، درخت کے پھل، اور پھول کی خوشبو اپنی ذات سے الگ نہیں ہو سکتی، ویسے ہی سچائی، رحمت، حلم، عدل اور بردباری آپ ﷺ کی شخصیت کا لازمی جزو تھیں۔ آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ اس بات کا عملی نمونہ ہے کہ اگر اخلاقی خوبیاں مستقل مزاجی سے اپنائی جائیں تو وہ انسانی فطرت میں اس طرح رچ بس جاتی ہیں کہ پھر ان سے جدا ہونا ممکن نہیں رہتا۔

أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللَّهِ أَدْوَمُهَا وَإِنْ قَلَّ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب عمل وہ ہے جس پر ہمیشہ عمل کیا جائے، خواہ وہ کم ہی کیوں نہ ہو۔

مولانا شبلی اس اقتباس میں اخلاق نبوی کے اوصاف بیان کرنے کے ضمن میں بیان کرتے ہیں کہ کسی بھی اخلاقی قدر کو اپنانے کے بعد اس پر مسلسل عمل پیرا رہنا ہی اس کی اصل روح ہے، اور یہی وصف نبی کریم ﷺ کی سیرت میں کمال درجے پر موجود تھا۔ اس رویے کو استقامتِ حال اور مداومتِ عمل کہا جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ہر نیک عمل کو اپنا کر اس پر ہمیشہ کاربند رہنے کا ایسا عملی نمونہ پیش فرمایا کہ کوئی بھی یہ تصور نہیں کر سکتا تھا کہ آپ ﷺ کبھی اس کے برعکس کچھ کر سکتے ہیں۔ یہی استقامتِ حال اور مداومتِ عمل آپ ﷺ کے اخلاقی کمالات کو دنیا کے ہر انسان کے لیے ایک کامل اور دائمی نمونہ بنا دیتی ہے، اور یہی وہ صفت ہے جو انسان کو اخلاقی عظمت کے معراج تک پہنچاتی ہے۔

اقتباس نمبر2:

بچّوں پر نہایت شفقت فرماتے تھے۔ معمول تھا کہ سفر سے تشریف لاتے تو راہ میں جو بچے ملتے ان میں سے کسی کو اپنے ساتھ سواری پر آگے پیچھے بٹھاتے۔ راستے میں بچے ملتے تو ان کو خود سلام کرتے۔ آپ ﷺ ایک دن حضرت خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدمت اقدس میں آئے۔ ان کی چھوٹی لڑکی بھی ساتھ تھی اور سرخ رنگ کا گرتا بدن پر تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، سَنہ سَنہ حبشی زبان میں حسنہ کو سَنہ کہتے ہیں۔ چوں کہ ان کی پیدائش حبش میں ہوئی تھی اس لیے آپ ﷺ اس مناسبت سے حبشی تلفظ: میں حسنہ کے بجائے سنہ کہا۔ یہ محبت اور شفقت مسلمان بچوں تک محدود نہ تھی بلکہ مشرکین کے بچوں پر بھی اسی طرح لطف فرماتے تھے۔ ایک دفعہ ایک غزوہ میں چند بچے جھپٹ میں آکر مارے گئے۔ آپ ﷺ کو خبر ہوئی تو نہایت آزردہ ہوئے۔ ایک صاحب نے کہا: یارسول ﷺ وہ مشرکین کے بچے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”مشرکین کے بچے بھی تم سے بہتر ہیں، خبردار بچوں کو قتل نہ کرو، ہر جان خدا ہی کی فطرت پر پیدا ہوتی ہے۔

سیاق وسباق:۔

سیاق وسباق کا حوالہ:

مولانا شبلی نعمانی (۱۸۵۷ء۔۱۹۱۴ء) ایک بلند پایہ ادیب تھے۔ ان کی ایک اہم تصنیف چھے جلدوں پر مبنی سیرت النبیؐ ہے اور شامل نصاب سبق "اخلاق نبوی جلد دوم سے مستعار ہے۔ جیسا کہ سبق کے عنوان سے ظاہر ہے کہ سبق میں فاضل مصنف نے رسولِ اکرم ﷺ کے اخلاق عالیہ عالیہ کے فقط چند پہلوؤں: مداومت عمل، حسن خلق، ایثار، تواضع، بچوں پر شفقت لطف طبع اور اولاد سے محبت کا بیان کیا ہے۔ تاکہ لوگ ان باتوں کو سمجھیں اور ان پر عمل کریں۔ کیوں کہ آپ ﷺ ان کو اخلاق تمام انسانوں کے لیے رہتی دنیا تک ایک کامل نمونہ ہے۔

زیر تشریح اقتباس سبق کے درمیان سے لیا گیا ہے۔ اس اقتباس کے بعد آپ ﷺ کے ”حسن خلق“ ہی کے حوالے سے اس بات کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے ہر نیک عمل کو اختیار کرنے کے بعد اس پر مستقل مزاجی کے ساتھ عمل کیا، یہاں تک کہ وہ آپ کی فطرت ثانیہ بن گیا۔ حسنِ خلق میں آپ ﷺ ہمیشہ پہلے سلام کرنے، مصافحہ میں دیر تک ہاتھ تھامے رکھنے، اور دوسروں کی بات مکمل توجہ سے سننے کا اہتمام فرماتے۔ آپ ﷺ ایثار کے اعلیٰ درجے پر فائز تھے، حتیٰ کہ اپنی عزیز ترین صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی درخواست کو بھی صحابہ کی ضروریات پر مقدم نہ کیا۔ تواضع میں بھی آپ ﷺ بے مثال تھے، اپنا کام خود کرتے، جوتے مرمت فرماتے، اور غلاموں کے ساتھ مل کر کھانا کھانے میں کوئی عار محسوس نہ کرتے۔ اس کے سیاق میں لکھا ہے بچوں کے ساتھ شفقت آپ ﷺ کی سیرت کا ایک روشن باب ہے، جس میں مسلمان اور غیر مسلم بچوں کے ساتھ یکساں محبت کا برتاؤ شامل ہے۔ لطفِ طبع میں بھی آپ ﷺ بے مثال تھے، موقع کی مناسبت سے ظرافت کے پہلو اختیار کرتے تاکہ ماحول خوشگوار ہو۔ اپنی اولاد، خصوصاً حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما سے والہانہ محبت فرماتے۔ غرض آپ ﷺ کی سیرت میں مداومت عمل، ایثار، حسن خلق، تواضع، شفقت، اور محبت جیسے اوصاف ایک جامع اور کامل نمونہ ہیں، جو ہر دور کے انسان کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

متن اور سیاق وسباق کے حوالے سے تشریحات

حوالہ متن:

سبق کا عنوان: اخلاق نبوی ﷺ

مصنف کا نام: مولانا شبلی نعمانیؒ

تشریح:۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ

ترجمہ: اور (اے نبی!) ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

تشریح طلب اقتباس میں مولانا شبلی نعمانی، اخلاق نبوی ﷺ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی ذات سراپا رحمت تھی، اور آپؐ کی شفقت ہر عمر اور ہر طبقے کے لیے یکساں تھی۔ آپ ﷺ نے بچوں کے ساتھ محبت اور نرمی کو محض ایک سماجی رویہ نہیں بلکہ اخلاقی اصول بنا دیا، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شفقت، اخلاقِ نبوی کا بنیادی جوہر ہے۔ نبی کریم ﷺ کی تواضع اور بلند اخلاق کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ خود بچوں کو سلام کرنے میں پہل فرماتے، جو بچوں کے احترام اور محبت کی علامت ہے۔ حالاں کہ یہ حسن عمل اس وقت کے معاشرتی رویوں کے برعکس ایک منفرد تھا۔ نبی کریم ﷺ بچوں سے بے پناہ محبت اور شفقت فرماتے تھے۔ حتیٰ کہ جب سفر سے واپس آتے تو راستے میں ملنے

والے بچوں کو اپنی سواری پر آگے یا پیچھے بٹھا لیتے۔ آپ ﷺ کا یہ طرزِ عمل بچوں کو عزت دینے اور ان کی شخصیت میں اعتماد پیدا کرنے کا ایک عملی درس تھا، جو قیامت تک کے لیے امت کے لیے مشعلِ راہ ہے۔

إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ

ترجمہ: میں حسنِ اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔

آپ ﷺ نے بچوں کی تربیت کے لیے اپنے حسنِ عمل سے تربیت کا عملی درس دیا۔ آپ ﷺ بچوں کے ساتھ برابری اور محبت کا ایسا سلوک فرماتے کہ وہ خود کو کمتر نہ سمجھیں بلکہ اپنے وجود کو باوقار محسوس کریں۔ حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کی بیٹی حبشہ میں پیدا ہوئی تھی، اس لیے آپ ﷺ نے اسے محبت بھرے انداز میں حبشی زبان کے مطابق "سنہ" کہہ کر پکارا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کی ثقافتی اور لسانی روایات کو ملحوظ رکھتے تھے۔ یہ حسنِ عمل اس بات کی بھی دلیل ہے کہ آپ ﷺ بچوں کو ان کے مخصوص پس منظر کے مطابق عزت دیتے، جو ایک عظیم مربی کی پہچان ہے۔ نبی کریم ﷺ کے حسنِ اخلاق کی انتہا یہ تھی کہ آپ ﷺ بچوں کے ساتھ گھل مل جاتے، ان سے شفقت فرماتے اور ان کے ساتھ نرم رویہ اپناتے۔ آپ ﷺ کی محبت کا عالم یہ تھا کہ سفر سے واپسی پر راستے میں ملنے والے بچوں کو اپنی سواری پر سوار کر لیتے، تاکہ وہ عزت اور اپنائیت محسوس کریں۔

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَعْرِفْ حَقَّ كَبِيرِنَا، وَيَرْحَمْ صَغِيرَنَا

ترجمہ: وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے اور ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے۔

نبی کریم ﷺ بچوں کو اللہ کی خاص نعمت سمجھتے، ان کی نزاکت اور معصومیت کا خیال رکھتے اور ان کی فطری خوبصورتی کو سراہتے تھے۔ آپ ﷺ نے بچوں کے ساتھ ایسا برتاؤ فرمایا جیسے کوئی مالی اپنے باغ کے نازک اور خوشبودار پھولوں کی حفاظت کرتا ہے، تاکہ وہ محبت اور پرورش کی فضا میں پروان چڑھیں۔ آپ ﷺ کی شفقت صرف مسلمان بچوں تک محدود نہ تھی، بلکہ مشرکین کے بچوں کے ساتھ بھی یکساں محبت و ہمدردی کا برتاؤ فرماتے تھے۔ گویا نبی کریم ﷺ کی شفقت کا دائرہ کسی مخصوص مذہب یا قوم تک محدود نہیں تھا۔ جب ایک غزوے میں کچھ مشرک بچوں کے مارے جانے کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ کو بے حد رنج ہوا، جو اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کی رحمت اور اخلاق کا دائرہ تمام انسانیت کے لیے وسیع تھا۔

ہیں مجسم آپ رحمت محسنِ انسانیت
آپ ہیں فخر نبوت محسنِ انسانیت

نبی کریم ﷺ کی تعلیمات میں زندگی کے احترام کا اصول بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر بچہ فطرتِ الٰہی پر پیدا ہوتا ہے، یعنی اس کا دل ایمان اور سچائی کی روشنی سے منور ہوتا ہے۔ اس بات کی دلیل ہے کہ بچہ معصوم ہوتا ہے اور کسی مخصوص عقیدے کے ساتھ پیدا نہیں ہوتا، بلکہ اس کا ماحول اس کی تربیت کا تعین کرتا ہے۔ آپ ﷺ کے اس فرمان میں یہ پیغام بھی مضمر ہے کہ بچوں کو ان کی فطرت پر قائم رکھنے کے لیے ان کے ساتھ حسنِ اخلاق اور شفقت کا برتاؤ ضروری ہے، تاکہ وہ اپنی پاکیزہ فطرت کے مطابق پروان چڑھیں۔ نبی کریم ﷺ نے جنگ کے دوران بھی اخلاقی اصولوں کو برقرار رکھا اور معصوم بچوں کو ہر حال میں محفوظ رکھنے کی تاکید فرمائی۔ آپ ﷺ کا فرمان: ”بچوں کو قتل نہ کرو“ اس بات کی دلیل ہے کہ حتیٰ کہ میدانِ جنگ میں بھی آپ ﷺ نے عدل و انصاف اور شفقت کی اعلیٰ مثال قائم فرمائی۔ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کی رحمت عالم گیر تھی، اور آپ ﷺ نے انسانی جان کی حرمت کو ہمیشہ مقدم رکھا۔

کون ہے شکل بشر میں مظہر نور خدا
اے ظہور سر وحدت محسنِ انسانیت

اقتباس نمبر 3: مجالس صحبت میں لوگوں کی ناگوار باتوں کو برداشت فرماتے اور اس کا اظہار نہ کرتے۔ کسی شخص کی کوئی بات ناپسند آتی تو اکثر اس کے سامنے اس کا تذکرہ نہ فرماتے۔ ایک دفعہ ایک صاحب عرب کے دستور کے مطابق زعفران لگا کر خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ م ﷺ نے کچھ نہ فرمایا۔ جب وہ اٹھ کر چلے گئے تو لوگوں سے کہا کہ ان سے کہ دینا کہ یہ رنگ دھو ڈالیں۔

سبق کا عنوان: اخلاق نبوی

مصنف کا نام: مولانا شبلی نعمانی

سیاق وسباق کا حوالہ: مولانا شبلی نعمانی (۱۸۵۷ء-۱۹۱۴ء) ایک بلند پایہ ادیب تھے۔ ان کی ایک اہم تصنیف چھے جلدوں پر مبنی سیرت النبیؐ ہے اور شامل نصاب سبق 'اخلاق نبوی' جلد دوم سے مستعار ہے۔ جیسا کہ سبق کے عنوان ہی اسے۔ ظاہر ہے کہ سبق میں فاضل مصنف نے رسولِ اکرم ﷺ کے اخلاق عالیہ عالیہ کے فقط چند پہلوؤں: مداومت عمل، حسن خلق، ایثار، تواضع، بچوں پر شفقت لطف طبع اور اولاد سے محبت کا بیان کیا۔ تا کہ لوگ ان باتوں کو سمجھیں اور ان پر عمل کریں۔ کیوں کہ آپ ﷺ کا اخلاق تمام انسانوں کے لیے رہتی دنیا تک ایک کامل نمونہ ہے۔

زیر تشریح اقتباس سبق کے ابتدائی حصے سے لیا گیا ہے۔ اس اقتباس سے قبل اخلاق عالیہ کے حوالے سے 'مداومت' عمل کا بیان ہے اور اس کے بعد آپ ﷺ کے ایثار کا بیان ہے اور زیر تشریح اقتباس ''حسن خلق'' کے بیان کے طور پر آیا ہے۔ زیر تشریح اقتباس سے پہلے حضور رسالت مآب ﷺ کے معمولات کے حوالے سے اس بات کا تذکرہ ہے کہ آپ ﷺ لوگوں سے ملتے وقت ہمیشہ خود سلام اور مصافحہ فرماتے اور اگر کوئی شخص جھک کر آپ ﷺ کے کان میں کوئی بات کہتا تو آپ ﷺ اس وقت تک اس کی طرف سے رُخ نہ پھیرتے جب تک وہ خود منھ نہ ہٹاتا اور اس اقتباس کے بعد آپ ﷺ کے ''حسن خلق'' ہی کے حوالے سے اس بات کا بیان ہے کہ مسجد نبوی میں جگہ کم ہوتی تھی جو لوگ پہلے سے آکر بیٹھ جاتے تھے، ان کے بعد جگہ باقی نہیں رہتی تھی۔ ایسے موقع پر کوئی آجاتا تو آپ ﷺ اس کے بیٹھنے کے لیے اپنی چادر مبارک فرش پر بچھا دیتے تھے۔

اقتباس کی تشریح:۔

تشریح طلب نثر پارے میں مولانا شبلی نعمانی نے اخلاق نبوی ﷺ کے ایک اور پہلو کو اُجاگر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کی مجالس میں طرح طرح کے لوگ آتے اور مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی، جس میں بعض ایسے موضوعات بھی شامل ہوتے جنہیں عام مجالس میں ترجیح نہیں دی جاتی۔ لیکن آپ ﷺ کا بردباری کا جذبہ اتنا عظیم تھا کہ آپ لوگوں کی ناگوار باتوں کو بھی گوارا فرماتے اور کسی کی اصلاح کے لئے براہ راست تنقید سے گریز کرتے تھے۔ آپ ﷺ نہ صرف ناپسندیدہ باتوں پر صبر سے توجہ دیتے بلکہ موقع اور ماحول کو مدنظر رکھتے ہوئے حکمت عملی کے ساتھ اصلاح بھی فرماتے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی ذات میں تحمل اور بردباری کا جذبہ بے حد موجود تھا۔

نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ کا ایک نمایاں پہلو آپ کا حسن اخلاق تھا جس میں نرمی، شفقت اور درگزر شامل تھے۔ اگر کوئی ناپسندیدہ عمل یا بات سامنے آتی، تو آپ ﷺ سختی سے ردعمل ظاہر کرنے کے بجائے محبت اور حکمت سے اس کا سدِباب کرتے تھے۔ مولانا شبلی نعمانی ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی موجودگی میں ایک صاحب مسجد نبوی نے زعفران سے اپنے کپڑوں کو رنگا ہوا پایا گیا۔ عرب معاشرے میں امیر افراد اپنے کپڑوں کو زعفران سے رنگوانے کی روایت رکھتے تھے تاکہ خوشبو اور شوکت نمایاں ہو۔ اگرچہ آپ ﷺ کو یہ عمل پسند نہ آیا، پھر بھی آپ ﷺ نے براہ راست ٹوکنے سے اجتناب کیا تاکہ اس شخص کی عزت نفس مجروح نہ ہو جائے۔ اس کی بجائے، جب وہ شخص چلا گیا تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو ہدایت کی کہ اس سے نرمی سے کہا جائے کہ زعفرانی رنگ مردوں کے مناسب حال میں نہیں ہے اور اس رنگ کو دھو ڈالیں۔

نبی کریم ﷺ کی سیرت سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہر معاملے میں حکمت عملی اختیار کرنا نہایت ضروری ہے۔ اگر کوئی عمل نامناسب ہوتا، تو آپ ﷺ اسے سختی سے روکنے کے بجائے ایسے طریقے سے اصلاح فرماتے جو مؤثر ہو اور مخاطب کی عزت نفس کو برقرار رکھے۔ زعفران کے معاملے میں آپ ﷺ کا غیر مستقیم پیغام رسانی کا انداز نہ صرف اصلاح کا مقصد حاصل کرتا ہے بلکہ اس سے اصلاح پذیر شخص کو عمل کرنے کی ترغیب بھی ملتی ہے۔

آپ ﷺ نے اپنے دور کی ثقافتی روایات کو سمجھتے ہوئے ان میں اصلاح کا طریقہ اختیار کیا۔ عرب معاشرے میں زعفران کا استعمال ایک عام روایت تھی، لیکن آپ ﷺ نے اس معاملے میں براہ راست اعتراض کرنے سے گریز کیا تاکہ نہ صرف مجلس کا ماحول برقرار رہے بلکہ اس شخص کی جذبات بھی مجروح نہ ہوں۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سماجی روایات میں تبدیلی لانے کے لیے تدبر اور نرمی کا استعمال ضروری ہے۔

نبی کریم ﷺ کا اصلاحی انداز ایسا تھا کہ وہ کسی کی اصلاح کرتے وقت اس کی عزت نفس کا خیال رکھتے تھے۔ زعفران لگانے والے شخص کے معاملے میں آپ ﷺ نے براہ راست تنقید نہ کرتے ہوئے بعد میں نرمی سے پیغام رسانی کا طریقہ اپنایا۔ اس سے نہ صرف اصلاح کا مقصد حاصل ہوا بلکہ اس شخص کی عزت بھی برقرار رہی۔ یہ ہمیں سکھاتا ہے کہ اصلاح کرتے وقت نہایت نرمی، حکمت اور احترام کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

نبی کریم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں تعلیم و تربیت کا ایک منفرد اور حکیمانہ اسلوب نمایاں ہے۔ آپ ﷺ لوگوں کی اصلاح کے لیے ایسے طریقے اختیار فرماتے جو نہ صرف قابلِ قبول ہوں بلکہ مؤثر بھی ثابت ہوں۔ زعفران کے واقعے سے ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ اصلاح میں نرمی، تدبر اور حکمت کو اولین ترجیح دینی چاہیے۔ یہ انداز ہر معلم، رہنما اور اصلاح کرنے والے کے لیے بہترین نمونہ ہے۔

اقتباس نمبر4:

معمول یہ تھا کہ کسی سے ملنے کے وقت ہمیشہ پہلے خود سلام اور مصافحہ فرماتے، پہلے خود سلام اور مصافحہ فرماتے، کوئی شخص جھک کر آپ ﷺ کے کان میں کچھ بات کہتا تو اس وقت تک اس کی طرف سے رُخ نہ پھیرتے، جب تک وہ خود منھ نہ ہٹائے۔ مصافحہ میں بھی یہی معمول تھا، یعنی کسی سے ہاتھ ملاتے تو جب تک وہ خود نہ چھوڑ دے، اس کا ہاتھ نہ چھوڑتے مجلس میں بیٹھتے تو آپ ﷺ کے زانو کبھی ہم نشینوں سے آگے نکلے ہوئے نہ ہوتے۔ اکثر نوکر چاکر، غلام، خدمت اقدس میں پانی لے کر آتے کہ آپ ﷺ اس میں ہاتھ ڈال دیں تاکہ متبرک ہو جائے۔ جاڑوں کے دن اور صبح کا وقت ہوتا، تاہم آپ ﷺ کبھی انکار نہ فرماتے۔

سیاق و سباق کا حوالہ:

مولانا شبلی نعمانی (۱۸۵۷ء۔۱۹۱۴ء) ایک بلند پایہ ادیب تھے۔ ان کی ایک اہم تصنیف چھے جلدوں پر مبنی سیرت النبیؐ ہے اور شامل نصاب سبق "اخلاق نبوی جلد دوم سے مستعار ہے۔ جیسا کہ سبق کے عنوان سے ظاہر ہے کہ سبق میں فاضل مصنف نے رسولِ اکرم ﷺ کے اخلاق عالیہ کے فقط چند پہلوؤں: مداومت عمل، حسن خلق، ایثار، تواضع، بچوں پر شفقت لطف طبع اور اولاد سے محبت کا بیان کیا ہے۔ تاکہ لوگ ان باتوں کو سمجھیں اور ان پر عمل کریں۔ کیوں کہ آپ ﷺ ان کو اخلاق تمام انسانوں کے لیے رہتی دنیا تک ایک کامل نمونہ ہے۔

زیر تشریح اقتباس سبق کے دوسرے پیراگراف سے لیا گیا ہے۔ اس اقتباس کے بعد آپ ﷺ کے "حسن خلق" ہی کے حوالے سے اس بات کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے ہر نیک عمل کو اختیار کرنے کے بعد اس پر مستقل مزاجی کے ساتھ عمل کیا، یہاں تک کہ وہ آپ کی فطرت ثانیہ بن گیا۔ حسنِ خلق میں آپ ﷺ ہمیشہ پہلے سلام کرنے، مصافحہ میں دیر تک ہاتھ تھامے رکھنے، اور دوسروں کی بات مکمل توجہ سے سننے کا اہتمام فرماتے۔ آپ ﷺ ایثار کے اعلیٰ درجے پر فائز تھے، حتیٰ کہ اپنی عزیز ترین صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی درخواست کو بھی صحابہ کی ضروریات پر مقدم نہ کیا۔ تواضع میں بھی آپ ﷺ بے مثال تھے، اپنا کام خود کرتے، جوتے مرمت فرماتے، اور غلاموں کے ساتھ مل کر کھانا کھانے میں کوئی عار محسوس نہ کرتے۔ اس کے سیاق میں لکھا ہے بچوں کے ساتھ شفقت آپ ﷺ کی سیرت کا ایک روشن باب ہے، جس میں مسلمان اور غیر مسلم بچوں کے ساتھ یکساں محبت کا برتاؤ شامل ہے۔ لطفِ طبع میں بھی آپ ﷺ بے مثال تھے، موقع کی مناسبت سے ظرافت کے پہلو اختیار کرتے تاکہ ماحول خوشگوار ہو۔ اپنی اولاد، خصوصاً حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے والہانہ محبت فرماتے۔ غرض آپ ﷺ کی سیرت میں مداومت عمل، ایثار، حسن خلق، تواضع، شفقت، اور محبت جیسے اوصاف ایک جامع اور کامل نمونہ ہیں، جو ہر دور کے انسان کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

تشریح:

نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ حسنِ معاشرت اور احترام انسانیت کا کامل نمونہ ہے۔ آپ ﷺ کے ہر عمل میں ایسی حکمت اور شفقت پائی جاتی تھی جو معاشرتی تعلقات میں محبت، اخلاص، اور برابری کو فروغ دیتی۔ مولانا شبلی نعمانی، اخلاق نبوی ﷺ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس حسنِ اخلاق اور حسنِ معاشرت کا کامل نمونہ تھی۔ آپ ﷺ کی سیرت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سماجی تعلقات میں قربت اور محبت کے لیے خلوص، عزت، اور برابری بنیادی اصول ہیں۔ آپ ﷺ کے اُسوۂ حسنہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حسنِ معاشرت کی بنیاد محبت، انکساری اور ایثار پر ہے، جو سماجی رشتوں کو مضبوط اور معاشرے کو خوشگوار بناتی ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

ترجمہ: یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ (ﷺ) کی ذات میں بہترین نمونہ موجود ہے۔

معاشرتی تعلقات کی مضبوطی اور باہمی محبت و قربت میں اضافے کے لیے سلام اور دعا میں پہل کرنا نہایت مؤثر ہے، کیونکہ یہ اجنبیت کو ختم کر کے دلوں میں انس و محبت پیدا کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ ہمیشہ تعلقات میں پہل کرنے کو پسند فرماتے تھے اور بنفسِ نفیس پہلے سلام اور مصافحہ فرماتے، تاکہ معاشرتی روابط مضبوط ہوں اور افراد کے درمیان اخوت و مودّت پروان چڑھے۔ ہر فرد پر لازم ہے کہ سنت نبوی کی پیروی کرتے ہوئے کشادہ دلی، حسنِ سلوک اور خیر خواہی کو اپنا شعار بنائے، کیونکہ اخلاقِ نبوی کا یہ سنہری اصول آج بھی معاشرتی ہم آہنگی، محبت اور باہمی اتحاد و یگانگت کے فروغ کا بہترین ذریعہ ہے۔

أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ

ترجمہ: آپس میں سلام کو عام کرو۔

نبی کریم ﷺ کے اخلاقِ عالیہ کا یہ امتیازی وصف تھا کہ اگر کوئی شخص جھک کر آپ ﷺ کے کان میں کچھ کہتا تو آپ ﷺ نہ صرف پوری توجہ سے سنتے بلکہ اس وقت تک رخ نہ پھیرتے جب تک وہ خود پیچھے نہ ہٹ جاتا۔ یہ طرزِ عمل دوسروں کے نجی معاملات اور احساسات کے احترام کی اعلیٰ ترین مثال ہے، جو حسنِ معاشرت کا لازمی تقاضا ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی شخص کسی گھریلو پریشانی، معاشی تنگی یا ذاتی مسئلے پر بات کرنا چاہتا ہو، اور آپ ﷺ کی توجہ اور شفقت سے اسے تسلی و سکون ملتا ہو۔ اس سے یہ درس ملتا ہے کہ کسی کی بات کو نظر انداز نہ کرنا، اس کے جذبات کو اہمیت دینا اور اسے توجہ و احترام دینا تعلقات میں گہرائی اور محبت پیدا کرتا ہے۔ یہ رویہ معاشرتی آداب اور انسانی عزت و وقار کا بہترین نمونہ ہے، جو ہمیں سکھاتا ہے کہ دوسروں کی بات تحمل اور خلوص سے سننا، ان کے احساسات کی قدر کرنا اور ان کی عزتِ نفس کا خیال رکھنا حسنِ اخلاق کی معراج ہے۔

آپ ﷺ کے معمولات سے واضح ہوتا ہے کہ سماجی تعلقات میں آپ ﷺ نے ہمیشہ دوسروں کو عزت و توقیر دی اور ان کے جذبات کا لحاظ رکھا۔ مصافحہ میں بھی یہی اصول کارفرما تھا کہ جب تک دوسرا شخص خود ہاتھ نہ چھوڑتا، آپ ﷺ بھی اپنا ہاتھ نہیں کھینچتے۔ اگر کوئی شخص ہاتھ میں ہاتھ دے کر اپنی پریشانی یا حاجت بیان کرتا، دعا کی درخواست کرتا یا محض محبت کا اظہار کرتا، تو آپ ﷺ پوری توجہ اور شفقت سے اس کی بات سنتے۔ یہ طرزِ عمل ہمیں سکھاتا ہے کہ دوسروں کے جذبات کو محسوس کرنا، ان کے مسائل کو سمجھنا اور ان کے ساتھ اخلاص و ہمدردی کا برتاؤ کرنا حسنِ معاشرت کا بنیادی تقاضا ہے۔ درحقیقت، یہی طرزِ عمل معاشرتی رشتوں میں قربت، اپنائیت اور خلوص پیدا کرتا ہے اور ظاہر کرتا ہے کہ سچے اور پائیدار تعلقات کی بنیاد محبت، توجہ اور گرمجوشی پر ہوتی ہے۔

خدا کے عاشق تو ہیں ہزاروں، بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اُس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہو گا

نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ حسنِ معاشرت اور احترامِ انسانیت کا کامل نمونہ ہے، جہاں محبت، اخلاص اور برابری کے اصول عملی طور پر نمایاں نظر آتے ہیں۔ آپ ﷺ جب مجلس میں بیٹھتے تو ہمیشہ برابری، عاجزی اور سادگی کا مظاہرہ فرماتے، یہاں تک کہ آپ کے زانو کبھی ہم نشینوں سے آگے نہ ہوتے، تاکہ کسی کو کمتر ہونے کا احساس نہ ہو اور ہر فرد کو عزت و وقار ملے۔ یہ طرزِ عمل معاشرتی درجہ بندی کے تصور کو ختم کر کے محبت، قربت اور باہمی احترام کو فروغ دیتا ہے۔ درحقیقت، دوسروں کے برابر بیٹھنا، بڑائی اور تفاخر سے اجتناب کرنا اور سب کو مساوی حیثیت دینا ایک مہذب اور خوشگوار سماجی زندگی کا بنیادی اصول ہے، جو ہر فرد کو خودداری اور وقار کے احساس سے ہمکنار کرتا ہے۔

محبّت ہی سے پائی ہے شفا بیمار قوموں نے
کیا ہے اپنے بختِ خُفتہ کو بیدار قوموں نے

اخلاقِ نبوی کی درخشاں مثالیں یہ واضح کرتی ہیں کہ حسنِ معاشرت، سماجی تعلقات کی خوبصورتی اور احترامِ انسانیت کی اصل بنیاد محبت، خلوص، برابری اور دوسروں کی عزت و توقیر پر ہے۔ مصنف ایک اور لطیف پہلو اجاگر کرتے ہیں کہ اگر نوکر چاکر یا غلام برکت کی نیت سے پانی لے کر آتے تو جاڑے کی سختی کے باوجود آپ ﷺ کبھی انکار نہ فرماتے۔ یہ محض ایک عمل نہیں بلکہ شفقت، ایثار اور دوسروں کے جذبات کی قدر کرنے کا بے مثال نمونہ ہے، جو سکھاتا ہے کہ تعلقات کی پائیداری صرف گفتار سے نہیں بلکہ خلوصِ نیت اور عملی محبت سے ممکن ہے۔ معمولی سے معمولی کام بھی جب دوسروں کی خوشی اور ان کی خواہشات کے احترام میں کیا جائے تو وہ ایک عام رویے سے بڑھ کر سماجی رشتوں میں مضبوطی اور معاشرتی ہم آہنگی کے فروغ کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کرّ و بیاں

مختصر یہ کہ نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ حسنِ معاشرت کا اصل جوہر محبت، اخلاص، عزت، انکساری اور دوسروں کے جذبات کا احترام ہے۔ آپ ﷺ کے ہر عمل میں افادیتِ انسانیت کا پہلو نمایاں تھا، چاہے وہ کسی کو توجہ دینا ہو، کسی کی بات غور سے سننا ہو، مصافحہ میں گرمجوشی دکھانا ہو، یا مجلس میں برابری کا مظاہرہ کرنا ہو۔ ان اصولوں کو اپنانا آج بھی ایک خوشگوار، مہذب اور پُرامن معاشرے کی ضمانت ہے۔

مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ

ترجمہ: جس نے میری اطاعت کی، وہ جنت میں داخل ہوگا۔

اقتباس نمبر 5:

ایک شخص نے آکر شکایت کی کہ میرے بھائی کے شکم میں گرانی ہے۔ فرمایا: شہد پلاؤ۔ وہ دوبارہ آئے کہ شہد پلایا لیکن شکایت اب بھی باقی ہے۔ آپ ﷺ نے پھر شہد پلانے کی ہدایت کی۔ سہ بارہ آئے، پھر وہی جواب ملا۔ چوتھی بار آئے تو فرمایا: ”خدا سچا ہے، شہد میں شفا ہے لیکن تمھارے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے، جاکر شہد پلاؤ۔ اب کی بار پلایا تو شفا ہوگئی۔ معدہ میں مادہ فاسد کثرت سے موجود تھا جب پورا تنقیہ ہوگیا تو گرانی جاتی رہی۔

سیاق وسباق کا حوالہ:

مولانا شبلی نعمانی (۱۸۵۷ء-۱۹۱۴ء) ایک بلند پایہ ادیب تھے۔ ان کی ایک اہم تصنیف چھے جلدوں پر مبنی سیرت النبیؐ ہے اور شامل نصاب سبق "اخلاق نبوی جلد دوم سے مستعار ہے۔ جیسا کہ سبق کے عنوان سے ظاہر ہے کہ سبق میں فاضل مصنف نے رسولِ اکرم ﷺ کے اخلاق عالیہ عالیہ کے فقط چند پہلوؤں: مداومت عمل، حسن خلق، ایثار، تواضع، بچوں پر شفقت لطف طبع اور اولاد سے محبت کا بیان کیا ہے۔ تاکہ لوگ ان باتوں کو سمجھیں اور ان پر عمل کریں۔ کیوں کہ آپ ﷺ ان کو اخلاق تمام انسانوں کے لیے رہتی دنیا تک ایک کامل نمونہ ہے۔

زیر تشریح اقتباس سبق کے آخری پیراگراف سے تھوڑا سا پہلے لیا گیا ہے۔ اس اقتباس کے بعد آپ ﷺ کے ”حسن خلق“ ہی کے حوالے سے اس بات کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے ہر نیک عمل کو اختیار کرنے کے بعد اس پر مستقل مزاجی کے ساتھ عمل کیا، یہاں تک کہ وہ آپ کی فطرت ثانیہ بن گیا۔ حسنِ خلق میں آپ ﷺ ہمیشہ پہلے سلام کرنے، مصافحہ میں دیر تک ہاتھ تھامے رکھنے، اور دوسروں کی بات مکمل توجہ سے سننے کا اہتمام فرماتے۔ آپ ﷺ ایثار کے اعلیٰ درجے پر فائز تھے، حتیٰ کہ اپنی عزیز ترین صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی درخواست کو بھی صحابہ کی ضروریات پر مقدم نہ کیا۔ تواضع میں بھی آپ ﷺ بے مثال تھے، اپنا کام خود کرتے، جوتے مرمت فرماتے، اور غلاموں کے ساتھ مل کر کھانا کھانے میں کوئی عار محسوس نہ کرتے۔ اس کے سیاق میں لکھا ہے بچوں کے ساتھ شفقت آپ ﷺ کی سیرت کا ایک روشن باب ہے، جس میں مسلمان اور غیر مسلم بچوں کے ساتھ یکساں محبت کا برتاؤ شامل ہے۔ لطفِ طبع میں بھی آپ ﷺ بے مثال تھے، موقع کی مناسبت سے ظرافت کے پہلو اختیار کرتے تاکہ ماحول خوشگوار ہو۔ اپنی اولاد، خصوصاً حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما سے والہانہ محبت فرماتے۔ غرض آپ ﷺ کی سیرت میں مداومت عمل، ایثار، حسن خلق، تواضع، شفقت، اور محبت جیسے اوصاف ایک جامع اور کامل نمونہ ہیں، جو ہر دور کے انسان کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

اقتباس کی تشریح:

شبلی نعمانی نے سیرتِ نبوی میں ایک دلنشین واقعہ نقل کیا ہے، جو بظاہر ایک عام سا قصہ معلوم ہوتا ہے، مگر اگر اس کی گہرائی میں جھانکا جائے تو حکمت و معرفت کے کئی باب کھلتے ہیں۔ یہ واقعہ صرف ایک طبی مسئلے اور اس کے حل تک محدود نہیں، بلکہ اس میں انسانی فطرت، یقین، حلال و طیب خوراک، اور روحانی و جسمانی تطہیر کے نہایت گہرے پیغامات پنہاں ہیں۔

یہ واقعہ یوں ہے کہ ایک شخص کو معدے کی گرانی کی شکایت ہوئی، جس پر نبی اکرم ﷺ نے شفایاب ہونے کے لیے شہد چٹانے کی ہدایت فرمائی۔ تین مرتبہ شہد پلانے کے باوجود شکایت باقی رہی، لیکن چوتھی بار شہد پلانے پر شفا حاصل ہوگئی۔ اگر سیرت نبوی ﷺ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات میں ہمیشہ اکلِ حلال کی تاکید کی گئی ہے، کیونکہ پاکیزہ اور جائز خوراک انسان کے جسم کو قوت اور روح کو نور عطا کرتی ہے۔ اس حدیث میں بھی دیکھا جاسکتا ہے کہ جسمانی بیماری بعض

اوقات غیر متوازن یا مشتبہ خوراک کا نتیجہ ہو سکتی ہے۔ آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں ہمیں ہمیشہ حلال رزق کی تاکید اور اس کی برکات پر روشنی ملتی ہے۔ ایک پاکیزہ جسم اور صاف دل کے لیے ضروری ہے کہ خوراک بھی پاک اور طیب ہو۔

لقمہ حرامی، کہ در جان رود
درود و سلامش نہ بر جان رود

ترجمہ:

جو حرام لقمہ جسم میں داخل ہو،
اس سے دعائیں اور سلام قبول نہیں ہوتے

رسول اللہ ﷺ کی زندگی سادگی اور میانہ روی کا عملی نمونہ تھی۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ اعتدال پسندی کو فروغ دیا اور غیر ضروری تکلفات یا حد سے زیادہ کھانے سے منع فرمایا۔ اس حدیث سے بھی یہ سبق ملتا ہے کہ زیادہ کھانے سے بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، اور اعتدال زندگی کی بقا کے لیے ضروری ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "ابنِ آدم کے لیے چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ سیدھی رکھ سکیں۔" (ترمذی)۔ اس لیے اسلام میں خوراک کا مقصد جسم کی ضروریات پوری کرنا ہے، نہ کہ محض لذت کے پیچھے بھاگنا۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ انسانی صحت اور خوراک کے درمیان گہرا تعلق ہے، اور یہی اصول نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں نمایاں نظر آتا ہے۔ آپ ﷺ نے نہ صرف روحانی بلکہ جسمانی تندرستی پر بھی زور دیا اور ایسی خوراک اختیار کرنے کی تلقین فرمائی جو جسم کے لیے قوت بخش اور فائدہ مند ہو۔ خوراک میں بے احتیاطی سے پیدا ہونے والی بیماریاں، جیسے معدے کی گرانی، قبض اور ہاضمے کی خرابی، محض اتفاق نہیں بلکہ انسانی غفلت کا نتیجہ ہیں۔ جدید طب بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتی ہے کہ ناقص اور بے اعتدال خوراک کئی بیماریوں کی جڑ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صحت بخش، متوازن اور سادہ غذا کی ترغیب دی تاکہ انسان جسمانی آسودگی اور روحانی طمانیت دونوں سے بہرہ مند ہو سکے۔

طَلَبُ الْحَلَالِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ وَ مُسْلِمَةٍ

جب ایک صحابی اپنے بھائی کے دردِ شکم کا علاج پوچھنے آیا اور آپ ﷺ نے شہد چٹانے کو کہا، تو حسنِ عمل سے نبی کریم ﷺ کی حکمتِ تشخیص نمایاں نظر آتی ہے، جہاں آپ ﷺ نے مریض کی تکلیف کو سمجھتے ہوئے ایک ہی علاج کو بار بار تجویز کیا۔ یہ جدید میڈیکل سائنس کے اس اصول کے عین مطابق ہے کہ بعض اوقات مکمل علاج کے لیے مسلسل دوا کی ضرورت ہوتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی طبی بصیرت نے ثابت کیا کہ ایک بار علاج کا ناکام ہونا اس کے مؤثر ہونے کی نفی نہیں کرتا، بلکہ مسلسل علاج کی ضرورت پر زور دیتا ہے۔

جب ایک صحابی اپنے بھائی کے شکم درد کی شکایت لے کر آئے تو نبی کریم ﷺ نے شفایابی کے لیے شہد تجویز فرمایا۔ جب پہلی بار افاقہ نہ ہوا تو دوبارہ اور پھر سہ بارہ یہی علاج تجویز کیا، یہاں تک کہ مریض صحت یاب ہو گیا۔ اس حکیمانہ عمل میں رسول اللہ ﷺ کی طبی بصیرت اور حکمتِ تشخیص پوری طرح جلوہ گر ہے، جہاں آپ ﷺ نے نہ صرف بیماری کی نوعیت کو سمجھا بلکہ علاج کی تسلسل کے ساتھ ضرورت پر بھی زور دیا۔

اس حدیث میں یقین کی قوت اور اللہ کی بنائی ہوئی اشیاء پر بھروسے کی تعلیم ملتی ہے۔ جب مریض کے بھائی نے بار بار آکر شفا نہ ہونے کی شکایت کی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ سچا ہے اور شہد میں شفا ہے، لیکن تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے۔" یہ الفاظ ہمیں سکھاتے ہیں کہ کسی علاج پر یقین رکھنا بھی صحتیابی میں اہم کردار ادا کرتا ہے، کیونکہ روحانی اور جسمانی علاج میں ایمان کا گہرا تعلق ہے۔

"اللہ سچا ہے اور شہد میں شفا ہے، لیکن تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے۔"

یہ جملہ ہمیں دو بنیادی نکات سکھاتا ہے: اول، اللہ تعالیٰ کی ہر بات اور اس کی تخلیق کردہ اشیاء میں حکمت اور شفا موجود ہے۔ دوم، بعض اوقات بیماری ہمارے جسم کی اندرونی کیفیت کا نتیجہ ہوتی ہے، نہ کہ علاج کی ناکامی۔ یہاں "پیٹ جھوٹا ہے" کا مطلب یہ بھی لیا جا سکتا ہے کہ مریض کا نظامِ ہاضمہ ابھی مکمل طور پر صاف نہیں ہوا، جس کی وجہ سے مکمل شفا حاصل نہیں ہو رہی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے اسی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے صبر اور مسلسل علاج کی تلقین کی۔

آپ ﷺ نہ صرف روحانی رہنما تھے بلکہ جسمانی صحت اور علاج میں بھی کامل بصیرت رکھتے تھے۔ اس حدیث میں آپ ﷺ کی طبی مہارت اور علاج کے اصولوں کی جھلک نظر آتی ہے۔ آپ ﷺ کی تجویز کردہ ادویات اور علاج آج بھی طبِ نبوی کے طور پر معروف ہیں، جنہیں جدید سائنس نے بھی مفید تسلیم کیا ہے۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ فطری اور سادہ علاج کی طرف رہنمائی کی، جو انسانی صحت کے لیے مفید ثابت ہوا۔

نبی اکرم ﷺ نے ہمیشہ قدرتی علاج کی حوصلہ افزائی کی، اور شہد کو بطور دوا تجویز کرنا اسی سلسلے کی ایک مثال ہے۔ شہد ایک مکمل غذائیت بخش دوا ہے جو کئی بیماریوں میں مؤثر ثابت ہوتا ہے۔ قرآن میں بھی شہد کو شفا قرار دیا گیا ہے:

اس میں لوگوں کے لیے شفا ہے" (النحل:69)۔

یہ حدیث بھی اس حقیقت کو اجاگر کرتی ہے کہ فطری طریقے سے علاج کرنا نہ صرف مؤثر ہے بلکہ جسم پر مضر اثرات بھی نہیں ڈالتا۔ آپ ﷺ کے الفاظ "پیٹ جھوٹا ہے" اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ بعض اوقات جسم خود کو دھوکہ دیتا ہے اور ناقص خوراک کی وجہ سے بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ یہ بدہضمی، قبض اور معدے کی خرابی کی طرف ایک اشارہ ہے۔ اس حدیث سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ بیماری کا صحیح علاج وہی ہوتا ہے جو جڑ سے مسئلے کو ختم کرے، نہ کہ صرف وقتی آرام دے۔

نبی اکرم ﷺ نے شہد کو ایک مؤثر علاج کے طور پر پیش کیا، جو آج بھی جدید میڈیکل سائنس میں تسلیم شدہ ہے۔ شہد ایک اینٹی بیکٹیریل، اینٹی انفلامیٹری اور قوت مدافعت بڑھانے والی غذا ہے۔ اس حدیث میں بھی شہد کی افادیت کو اجاگر کیا گیا ہے، جو ہمیں سکھاتا ہے کہ فطری علاج ہی سب سے بہترین اور دیرپا نتائج فراہم کرتا ہے۔ اسی طرح جب معدہ فاسد مادوں سے پاک ہو جاتا ہے تو جسمانی و ذہنی سکون محسوس ہوتا ہے۔ اس حدیث سے یہ اصول اخذ ہوتا ہے کہ صحت مند زندگی کے لیے نظامِ ہاضمہ کا درست ہونا ضروری ہے۔ آپ ﷺ کی تجویز کردہ علاجی تدابیر ہمیں متوازن خوراک اور قدرتی علاج کی طرف رہنمائی فراہم کرتی ہیں، جو صحت مند طرزِ زندگی کی بنیاد ہے۔

تم دو شفاء بخش چیزوں کو لازم پکڑو: شہد اور قرآن۔ (الحدیث)

مشق

(الف) **مداومت عمل سے کیا مراد ہے؟**

جواب: مداومتِ عمل سے مراد کسی کام کو مستقل مزاجی اور مسلسل طور پر انجام دینا ہے۔ یعنی کسی کام کو اس قدر استقلال اور پابندی سے انجام دینا ہے کہ وہ انسان کی فطرتِ ثانیہ بن جائے۔ یعنی وہ عمل اس کی عادت اور طبیعت کا ایسا حصہ بن جائے کہ اس سے ہٹ کر کچھ کرنا ممکن نہ لگے۔ جیسے سورج سے روشنی، درخت سے پھل، اور پھول سے خوشبو جدا نہیں ہو سکتے، اسی طرح انسان جس نیک عمل کو اپنائے، وہ اس کا لازمی وصف بن جائے۔ حدیثِ نبوی ﷺ ہے:

"اللہ کے نزدیک سب سے محبوب عمل وہ ہے جو مستقل ہو، چاہے تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔" (بخاری و مسلم)

(ب) **شریعت اسلام میں سنت کا لفظ کس اصول سے پیدا ہوا ہے؟**

جواب: شریعتِ اسلام میں "سنت" کا لفظ مداومتِ عمل اور استقامتِ حال کے اصول سے پیدا ہوا ہے۔ نبی کریم ﷺ جس کام کو اختیار فرماتے، اس پر ہمیشہ پابندی اور تسلسل کے ساتھ عمل کرتے اور بغیر کسی مجبوری کے اسے ترک نہ فرماتے۔ یہی مداومت اور استقامت وہ اصول ہے جس کی بنیاد پر "سنت" کا مفہوم وجود میں آیا۔ سنت وہ فعل ہے جس پر آپ ﷺ نے ہمیشہ عمل کیا اور بغیر کسی قوی مانع کے اسے کبھی ترک نہیں فرمایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"نبی کریم ﷺ جب کوئی عمل کرتے، تو اس پر ہمیشگی اختیار فرماتے تھے۔"

(ج) **ایثار کسے کہتے ہیں؟**

جواب: ایثار سے مراد اپنی ضروریات پر دوسروں کی ضروریات کو ترجیح دینا اور اپنے حق سے دستبردار ہو کر کسی اور کے فائدے کے لیے قربانی دینا ہے۔ ایثار کا مطلب یہ ہے کہ انسان خود تکلیف برداشت کرلے لیکن دوسرے کو آرام اور فائدہ پہنچائے۔ ایثار اسلامی اخلاقیات کا ایک بلند ترین درجہ ہے، جو باہمی محبت، ہمدردی اور قربانی کا عملی نمونہ پیش کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: **"اور وہ (صحابہ) اپنی جانوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں، چاہے خود ضرورت مند ہی کیوں نہ ہوں۔"**

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **"کامل ایمان والا وہ ہے جو اپنے بھائی کے لیے وہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔"**

(د) **"عسرت اور تنگ دستی کا یہ حال تھا کہ گھر میں کوئی خادمہ نہ تھی، خود چکی پیستیں، خود ہی پانی کی مشک بھر لاتیں۔ چکی پیستے پیستے ہتھیلیاں گھس گئی تھیں۔ یہ احوال کس ہستی کے ہیں اور انھیں رسول اللہ ﷺ کے سامنے کس نے پیش کیا؟**

جواب: یہ احوال حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ہیں۔ ایک بار حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا چکی پیستے پیستے تھک گئی ہیں، پانی بھرنے سے کندھے زخمی ہو گئے ہیں اور مسلسل کام کرنے سے ہتھیلیاں گھس گئی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ نبی کریم ﷺ کے پاس جا کر کوئی خادمہ یا مددگار طلب کریں۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اپنی مشکلات عرض کیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"اے فاطمہ! میں تمھیں ایک ایسی چیز نہ بتاؤں جو خادم سے بہتر ہو؟

جب تم سونے لگو تو 33 بار سبحان اللہ، 33 بار الحمد للہ اور 34 بار اللہ اکبر کہو، یہ تمھارے لیے خادم سے بہتر ہے۔"

(ہ) "یہ رحم ہے جس کو خدا نے اپنے بندوں کے دلوں میں ڈال دیا ہے۔" رسول اللہ ﷺ یہ الفاظ کس موقع پر ارشاد فرمائے؟

جواب: نبی اکرم ﷺ نے یہ الفاظ اپنی نواسی کی وفات کے موقع پر ارشاد فرمائے۔ جب آپ ﷺ نے نواسی کو حالتِ نزع میں دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ یہ دیکھ کر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: "یا رسول اللہ! آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟" تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"یہ رحم ہے جس کو خدا نے اپنے بندوں کے دلوں میں ڈال دیا ہے۔" یہ حدیث نبی کریم ﷺ کی شفقت اور رحمت کی علامت ہے، جو دکھ اور غم میں صبر اور اللہ کی رضا پر قائم رہنے کی تلقین کرتی ہے۔

۲۔ درست جواب کی نشان دہی کریں:

(i) سبق اخلاق نبوی سیرت النبی کی جلد سے ماخوذ ہے:

(الف) جلد اول سے (ب) جلد دوم سے (ج) جلد سوم سے (د) جلد چہارم سے

(ii) اگر انسان کوئی کام اختیار کرے اور اس پر استقلال کے ساتھ قائم رہے، اسے کہتے ہیں:

(الف) عادت (ب) جبلت (ج) فطرت (د) فطرتِ ثانیہ

(iii) معمول کے مطابق آپ ﷺ سفر سے تشریف لاتے تو راہ میں اپنے ساتھ سواری پر آگے پیچھے بٹھاتے:

(الف) بچوں کو (ب) نوجوانوں کو (ج) جوانوں کو (د) بزرگوں کو

(iv) "لیکن خدا کے نزدیک تمھارے دام زیادہ ہیں۔" آپ ﷺ نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے:

(الف) جناب امیر رضی اللہ عنہا کے لیے (ب) حضرت انس رضی اللہ عنہا کے لیے (ج) حضرت زاہر رضی اللہ عنہا کے لیے (د) حضرت بلال رضی اللہ عنہا کے لیے

(v) آپ ﷺ نے کنگن لے کر بازار میں بھیج دیے کہ ان کے بدلے کنگن لا دو:

(الف) کانسی کے (ب) سونے کے (ج) چاندی کے (د) ہاتھی دانت کے

نیچے دی گئی عبارت کو پڑھیں اور پوچھے گئے سوالات کے جوابات دیں اور عبارت کا مناسب عنوان لکھیں:

کسی منفی رجحان کے نتیجے میں اپنے سخت ردعمل پر قابو پا لینا، برداشت ہے اور ردعمل کے طور پر منفی رویے کے بجائے مثبت حسن سلوک کو روا رکھنا، رواداری کہلاتا ہے۔ ہمارا معاشرہ اس وقت جن منفی رجحانات سے دوچار ہے، ان میں عدم برداشت ہر فہرست ہے۔ جس کے باعث ہمارے اندر رواداری کا وصف ختم ہوتا جا رہا ہے۔ ہمیں روزانہ ایسے بہت سے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے جو چھوٹی چھوٹی اور انتہائی معمولی باتوں پر ایک دوسرے کے ساتھ دست و گریباں ہو رہے ہوتے ہیں۔ اگر ہم لوگ تھوڑی دیر کے لیے صبر و تحمل، برداشت اور حوصلے سے کام لیں تو بہت بڑے مالی و جانی نقصان سے بچ سکتے ہیں۔ برداشت کا وصف لوگوں میں اُس وقت پیدا ہو گا جب وہ رواداری اور حسن سلوک کو اپنا شعار بنائیں گے۔ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیّبہ ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔

آپ ﷺ نے ہمیشہ برداشت اور رواداری سے کام لیتے ہوئے ہمارے لیے ایسی بے شمار زندہ مثالیں قائم کیں جو رہتی دنیا تک انسانیت کے لیے رشد و ہدایت کا ذریعہ بنی رہیں گی۔ کفار مکہ کی طرف سے آپ ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے، آپ ﷺ پر پتھر برسائے گئے، طرح طرح طرح کی اذیتوں۔ سے دوچار کیا گیا مگر آپ ﷺ ہمیشہ برداشت اور تحمل سے کام لیا بلکہ فتح مکہ کے موقع پر تمام دشمنان اسلام کو معاف فرما دیا۔ رسول ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے ہمیں بھی اپنی معاشرتی روایات کو حوصلہ مندی اور صبر و برداشت کے اصولوں پر قائم رکھنے کا عزم کرنا چاہیے، تاکہ ہم آپس میں باہمی اخلاص اور مثالی بھائی چارے کو فروغ دے سکیں۔ ہمیشہ

سوالات:

۱۔ منفی رجحان سے کیا مراد ہے؟

منفی رجحان سے مراد وہ رویے اور عادات ہیں جو معاشرے میں بے چینی، بدامنی اور انتشار پیدا کرتے ہیں، جیسے عدم برداشت، غصہ، اور دوسروں کے حقوق کا احترام نہ کرنا۔ یہ رویے باہمی تعلقات کو نقصان پہنچاتے اور معاشرتی ہم آہنگی کو کمزور کرتے ہیں۔

۲۔ رواداری کسے کہتے ہیں؟

کسی منفی رجحان کے نتیجے میں اپنے سخت ردعمل پر قابو پالینا، برداشت ہے اور ردعمل کے طور پر منفی رویے کے بجائے مثبت حسن سلوک کو روا رکھنا، رواداری کہلاتا ہے۔ رواداری وہ اعلیٰ اخلاقی وصف ہے جس کے تحت انسان منفی رویوں اور اشتعال انگیزی کے باوجود صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتا ہے اور سخت ردعمل دینے کے بجائے حسن سلوک، بردباری اور وسیع القلبی کو اپنا شعار بناتا ہے۔

۳۔ **کفار مکہ آپ ﷺ اور آپ کے خاندان سے کیسا سلوک کرتے تھے؟**

کفار مکہ نے آپ ﷺ اور آپ کے خاندان کے ساتھ انتہائی ظالمانہ رویہ اختیار کیا۔ وہ آپ ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھاتے، آپ پر پتھر برساتے اور مختلف طریقوں سے اذیتیں دیتے تھے۔ مگر آپ ﷺ نے ہمیشہ صبر و برداشت کا مظاہرہ فرمایا۔

۴۔ **وہ کیا چیزیں ہیں جو رہتی دنیا تک رشد و ہدایت کا ذریعہ بنی رہیں گی؟**

رسول اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ اور آپ کی قائم کردہ مثالیں ہمیشہ انسانیت کے لیے رشد و ہدایت کا ذریعہ بنی رہیں گی۔

رسول اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ اور آپ کی قائم کردہ بے شمار زندہ مثالیں رہتی دنیا تک انسانیت کے لیے رشد و ہدایت کا ذریعہ بنی رہیں گی، جیسے صبر و استقامت، عفو و درگزر، حسن سلوک، رواداری اور عدل و انصاف، جو صبر، برداشت اور رواداری کی روشن راہ دکھاتی ہیں۔

۵۔ **فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے دشمنانِ اسلام کے ساتھ کیا سلوک کیا؟**

فتح مکہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے عظیم الشان عفو و درگزر کا مظاہرہ کرتے ہوئے تمام دشمنانِ اسلام کو معاف فرمادیا، حالانکہ وہی لوگ تھے جنہوں نے آپ ﷺ کو اذیتیں دیں، راستے میں کانٹے بچھائے، پتھر برسائے اور طرح طرح کی تکالیف دیں، مگر آپ ﷺ نے انتقام لینے کے بجائے ان کے ساتھ حسن سلوک اور شفقت کا برتاؤ فرمایا۔

۶۔ **اس عبارت کا مناسب عنوان:**

- ❖ برداشت اور رواداری: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں
- ❖ برداشت اور رواداری: کامیاب معاشرے کی بنیاد
- ❖ عدم برداشت کا بڑھتا رجحان اور اس کا حل
- ❖ حیاتِ طیبہ میں صبر، تحمل اور رواداری کی مثالیں

عبارت:

اخلاق کا سب سے مقدم اور ضروری پہلو یہ ہے کہ انسان جس کام کو اختیار کرے اس پر اس قدر استقلال کے ساتھ قائم رہے کہ گویا وہ اس کی فطرت ثانیہ بن جائے۔ انسان کے سوا تمام دنیا کی مخلوق صرف ایک ہی قسم کا کام کر سکتی ہے اور وہ فطرتاً اس پر مجبور ہے۔ اخلاق کا ایک دقیق نکتہ یہ ہے کہ انسان اپنے لیے اخلاق حسنہ کا جو پہلو پسند کرے اس کی اس شدت سے پابندی کرے اور اس طرح دائمی اور غیر متبدل طریقے سے اس پر عمل کرے کہ گویا وہ اپنے اختیار کے باوجود اس کام کے کرنے پر مجبور ہے اور لوگ دیکھتے دیکھتے یہ یقین کرلیں کہ اس شخص سے اس کے علاوہ اور کوئی بات سرزد ہو ہی نہیں سکتی۔ گویا اس سے یہ افعال اس طرح صادر ہوتے ہیں جیسے آفتاب سے روشنی، درخت سے پھل، پھول سے خوشبو، کہ یہ خصوصیات ان سے کسی حالت میں الگ نہیں ہوسکتیں۔ اس کا نام استقامت حال اور مداومت عمل ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ علوی اپنے تمام کاموں میں اس اصول کی پابندی فرماتے تھے، جس کام کو جس طریقہ سے جس وقت آپ ﷺ نے شروع فرمایا اس پر برابر شدت کے ساتھ قائم رہتے تھے۔ سنت کا لفظ ہماری شریعت میں اس اصول سے پیدا ہوا ہے۔ سنت وہ فعل ہے، جس پر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ مداومت فرمائی۔ ہے اور بغیر کسی قومی مانع کے کبھی اس کو ترک نہیں فرمایا۔ اس بنا پر جس قدر سنن ہیں وہ درحقیقت آپ ﷺ کی استقامت حال اور مداومت عمل کی ناقابل انکار مثالیں ہیں۔

(الف) **اخلاق کے سب سے مقدم اور ضروری پہلو سے کیا مراد ہے؟**

اخلاق کا سب سے مقدم اور ضروری پہلو یہ ہے کہ انسان جس کام کو اختیار کرے، اس پر اتنی مضبوطی سے قائم رہے کہ وہ اس کی فطرت کا حصہ بن جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نیک اور اچھے اعمال کو انسان اس قدر مستقل مزاجی سے کرے کہ وہ اس کی پہچان بن جائیں۔

(ب) **انسان اور دیگر مخلوقات کے عمل میں کیا بنیادی فرق ہے؟**

دیگر مخلوقات ایک مخصوص عمل کرنے پر فطری طور پر مجبور ہیں، جبکہ انسان کو اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنی مرضی سے کوئی بھی راستہ چن سکتا ہے۔ تاہم، اخلاقی بلندی یہ ہے کہ وہ اچھے اعمال کو اس شدت سے اپنائے کہ وہ گویا اس کی دوسری فطرت بن جائیں۔

(ج) **استقامت حال اور مداومت عمل سے کیا مراد ہے، اور یہ اخلاق میں کیوں اہم ہیں؟**

استقامت حال کا مطلب یہ ہے کہ انسان کسی نیک عمل پر ثابت قدم رہے اور اسے اپنی زندگی کا مستقل حصہ بنالے۔ مداومت عمل اس رویے کا مسلسل اور دائمی طور پر جاری رہنا ہے۔ یہ اخلاق میں اس لیے اہم ہیں کہ انسان کے اچھے اخلاق صرف وقتی نہ ہوں، بلکہ ہمیشہ برقرار رہیں، جیسے سورج کی روشنی یا درخت کے پھل۔

(د) حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت میں استقامت اور مداومت عمل کی کیا مثالیں ملتی ہیں؟

رسول اللہ ﷺ اپنے تمام کاموں میں استقامت اور مداومت کے اصول پر سختی سے کاربند رہے۔ جس عمل کو شروع فرمایا، اسے ترک نہیں کیا، جیسے نماز، صداقت، دیانت اور امانت کی پابندی۔

(ہ) سنت کا مفہوم کیا ہے، اور اس کا تعلق استقامت اور مداومت عمل سے کیسے جڑتا ہے؟

سنت کا مفہوم نبی کریم ﷺ کے وہ اعمال ہیں جو آپ ﷺ نے تسلسل اور مستقل مزاجی کے ساتھ انجام دیے۔ یہ درحقیقت استقامت اور مداومت عمل کا بہترین نمونہ ہیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے جو عمل بھی کیا، اس میں مکمل استقامت اور تسلسل رہا۔